حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

دعوتِ وتبلیغ

امت مسلمہ کی اصل قدر وقیمت

داعی اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے ۱۳/۱/۱۴۱۶ھ مطابق ۱۳/جون ۱۹۹۵ء معہد الدعوت کے طلبہ واساتذہ کے سامنے ذیل کی فکر انگیز تقریر فرمائی جو مدارس عربیہ کے منتہی درجات کے طلبہ اور اساتذۂ کرام دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والے احباب کے لیے اپنے اندر بڑے رہنما اصول کی حامل ہے۔

اما بعد أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۝

یہ بات معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ اس سال خطبات، مطالعہ اور پڑھنے کے سلسلہ میں مشوروں کا سلسلہ شروع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے، یہ ایک بدیہی حقیقت اور ایک تاریخی واقعہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تمام مساعی اور ان کی برکات۔ ان کے فیوض واصلاحات، اور ان کے ذریعہ سے عالم انسانیت کے اندر جو تعلق مع اللہ اور تعلق باللہ پیدا ہوا اور عقائد کی تصحیح ہوئی اور اصلاحِ اخلاق کا رجحان پیدا ہوا۔ منکرات اور مظالم کے خلاف جو رجحان پیدا ہوا۔ ان کو ختم کرنے یا ان کو بے اثر بنانے کا۔ اور پوری انسانیت کے رُخ کو بدلنے کا تمدن اور معاشرت کے رُخ کو بدلنے کا جو کام شروع ہوا۔ اور انجام کو پہونچا، جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ ان سب کی بنیاد دعوت تھی، نہ حکومت تھی، نہ سیاست نہ طاقت تھی، نہ منفعت تھی نہ مصلحت تھی، نہ ذاتی اثر ورسوخ تھا، خالص دعوت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ میں خاص طور پر اس حقیقت اور امتیاز کو نمایاں کیا ہے اور جس نبی کے بھی حالات پڑھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ ان کے کام کی بنیاد اور ابتداء اور انتہا بھی اسی دعوت پر ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام فرمایا۔ اور انبیاء کرام نے خاص اس کی جدوجہد کی، کہ ان کے تیار کیے ہوئے لوگ بھی اس ذمہ داری کو سنبھالیں اور اس کو اپنا فرض

سمجھیں، اس لیے قرآن مجید میں امر کے صیغے کے ساتھ کہا گیا۔ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ ...... الی آخرہ۔
تم میں ایک ایسی امت رہنی چاہیئے جس کا کام ہی يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ، ہو (وہ خیر کی طرف بلاتے ہیں) پھر اس کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے بڑے مثالی، مستند اور مقبول داعیوں اور سب سے زیادہ کامیاب داعیوں کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ انبیاء علیہم السلام ہیں اگر آپ ان میں دیکھیں گے تو دعوت کی روح کیا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ دعوت ان کا مزاج تھا، ایک ہوتا ہے کام، ایک ہوتی ہے ضرورت کی تکمیل اور ایک ہوتا ہے وقت کا تقاضا، اور ایک ہوتا ہے مزاج، تو انبیاء کرام کا مزاج بلکہ ادیان کا مزاج دعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو جزئیات بیان کیے ہیں، انبیاء کے مکالمے اور ان کی دعوت کے طریقے نقل کیے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اولاً و اصلاً وہ داعی تھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں خاص امتیاز رکھنے والے دنیا میں قیامت تک ان سے نسبی و اعتقادی، اور دعوتی انتساب رکھنے والے دنیا میں قیامت تک دعوت الی اللہ دعوت الی الآخرۃ، دعوت الی الدین، دعوت الی الفضائل، دعوت الی الانسانیۃ! ان سب کے ذمہ دار وہ ہوں گے جو حقیقت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہیں۔ اس لیے فرمایا مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔

مہر لگا دی ہے کہ مسلمان جو آخری اُمت ہیں اور جن کے متعلق کہا گیا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ خیر امت کے اصل مورث اعلیٰ۔ اور اس کے بانی اور مُربّی، سرپرست حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، قرآن مجید میں جہاں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ آیا ہے اس میں صاف داعیانہ روح جھلکتی ہے اور ان کو سب سے زیادہ داعی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور کسی داعی کو جو سب سے بڑا خطرہ پیش آسکتا ہے اور بڑی سے بڑی قربانی اس کو دینی پڑتی ہے اس کا نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے تذکرہ میں دو عظیم الشان قربانیاں بیان کی گئی ہیں، آپ نے جب عقیدۂ توحید کا اعلان کیا اور بادشاہ وقت کی پرستش سے انکار کیا تو آگ جلائی گئی اور کہا گیا کہ اس کو اس آگ میں ڈال دو۔

دیگر انبیاء کرام کے تذکروں میں ایسی کھلی آزمائش کے واقعات تاریخ میں نظر نہیں آتے پھر دوسری آزمائش جس وقت انہوں نے کہا يٰبُنَيَّ اِنِّىْۤ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى؟

ترجمہ:۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامر الٰہی) ذبح کرتا ہوں سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

یہ دونوں قربانیاں ایسی ہیں جن کی داعیوں کی زندگی اور تاریخ میں کیا ؟ انبیاء کرام کی تاریخوں میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے اور ان دونوں کا تذکرہ کرکے گویا اللہ تعالیٰ نے اشارہ کر دیا ہے کہ داعی کو یہ مرحلے پیش آ سکتے ہیں تو اسلام کی تاریخ کا ، اسلام کی کامیابیوں کا ، اور جو انقلاب اسلام لایا ہے اور جو کردار اس کے سپرد کیا گیا ہے ۔ اور جو خلا وامت مسلمہ پُر کرتی ہے ان سب کا انحصار دعوت پر ہے امت جب تک دعوۃ سے منسلک رہے گی دنیا میں خیر کی امید ہے اور دنیا میں خیر پھیلے گی ۔ اور خدانخواستہ یہ امت اگر دعوت سے مستغنی اور کنارہ کش اور بے تعلق ہو گئی تو دنیا خطرہ میں پڑ جائے گی اس لیے ضرورت ہے کہ دعوت کے پیغام کو زندہ کیا جائے اور جیسا کہ ربعی بن عامرؓ نے رستم سے کہا تھا ، جب رستم نے پوچھا تھا ما الذی جاء کُمْ (تم کس غرض سے آئے ہو) رستم کے اس سوال کے دس جواب ہو سکتے تھے ۔ اور رستم توقع کرتا تھا کہ اسکو یہ جواب دیا جائے گا کہ آپ لوگ سینکڑوں برس سے عیش کر رہے تھے اور ہم وہاں فاقے کر رہے تھے اور خیموں میں رہتے تھے اونٹ کا گوشت کھاتے تھے اور اس کا دودھ پیتے تھے ۔ اور کھجوروں پر ہماری گذر اوقات تھی ، ہم اپنا حق لینے کے لیے آئے ہیں ، کیا یہ سب آپ ہی کے لیے ہے ؟ ہمیں بھی حصہ رسدی ملنا چاہیئے ۔ بالکل رستم اس کیلئے تیار تھا کہ اگر وہ کہیں تو ان کا جو پیدائشی اور فطری حصہ اور حق ہے ان کو دے دیا جائے اور ان سے چھٹی ملے ، جہاد کا بھی خطرہ نہیں رہے گا ، سب لوگ واپس چلے جائیں گے ، اچھا ہم تمہارا وظیفہ مقرر کرتے ہیں ، ہر عرب کو اتنا ملے گا ، اور تمہارے تمدّن کو بھی داخل کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔ رستم نے سوال اسی بنا پر کیا تھا اور ہم سمجھتے ہیں وہ ۹۰ ۔ ۹۵ فیصدی امید میں رہا ہو گا کہ جواب میں اس سے کہا جائے گا کہ ہم کو فقر و فاقے نے یہاں پہونچایا ہے ۔ کیا ظلم ہے کہ آپ لوگ ایک ایک لاکھ کی ٹوپی پہنیں اور ہم بھوکے رہیں یہ تاریخی واقعہ ہے کہ جب رستم شکست کھا کر بھاگا ہے تو اپنے ساتھ ایک ہزار باورچی ، ایک ہزار گویے ایک ہزار باز کے پالنے والے لے کر بھاگا تھا ۔ اور اس پر کہا تھا کہ کیسے میرا گذارا ہو گا ؛ اتنے تھوڑے آدمیوں سے ہمارا کام کیسے چلے گا ؟ ساسانی حکومت پر بہت مستند اور پُراز معلومات کتاب جس کا پروفیسر اقبال نے ترجمہ کیا ہے اس کا میں نے اپنی کتاب میں حوالہ بھی دیا ہے ، ہم تاریخی چیز سرسری طور پر پڑھتے چلے جاتے ہیں ۔ غور نہیں کرتے ربعی بن عامرؓ کا جواب بہترین نمائندگی کرتا ہے ، ایک داعی کے جواب کی ، اور وہ امت مسلمہ کو بھی اس کا مقام بتلاتا ہے ۔ انہوں نے کہا ! ما الذی جاء بکم قالوا ما جاء بنا شیئٌ اللہ ابتعثنا ہ

(ہم کسی لالچ میں نہیں آئے ہیں ہم کو تو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے اٹھایا ہے ۔)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے سوچ کر آئے تھے "اللہُ بعثنا" نہیں کہا تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک عسکری تھے ۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کے لیے ووٹ نہیں لیا تھا ۔ اور نہ ہی کسی سے پوچھا تھا ۔

اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادۃ العباد إلی عبادۃ اللہ وحدہٗ ۔

ترجمہ: ہم کو اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے اور اٹھایا ہے کہ جسے اسے منظور ہو بندوں کی عبادت سے نکال کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں داخل کریں۔

فوراً ان کی تربیت سامنے آئی ہم کیا نکال سکتے، ہم کب اپنے ارادہ سے نکلے تھے فرمایا مَنْ شَاءَ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے من عبادۃ العباد یہاں عبادت اصنام ربت ا ہو رہی تھی۔ عبادت مال و مادیت اور جنسی تقاضوں کی ہو رہی تھی، ہر بادشاہ معبود بنا بیٹھا تھا جب وہ رستم کے دربار میں گئے ہیں تو ان کو روکا گیا کہ تم اس طرح نہیں جا سکتے۔ گھوڑا یہاں چھوڑو۔ اور ادب کے ساتھ چلو۔ انہوں نے کہا نہیں، میں بلایا گیا ہوں خود نہیں آیا ہوں، اگر تمھیں منظور نہیں ہے تو میں واپس جاتا ہوں رستم نے کہا کہ آنے دو۔ اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادۃ العباد الی عبادۃ اللہ وحدہٗ ومن ضیق الدنیا الی سعتھا (ترجمہ) ہم کو اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے اور اٹھایا ہے کہ جسے اسے منظور ہو کہ بندوں کی عبادت سے نکال کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں داخل کریں، اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی طرف نکالیں۔

یہ جملہ تو چونکا دینے والا ہے کہ آپ ضیق دنیا میں ہیں ہم آپ پر رحم کھا کر آئے ہیں، یہ تو ایسا مکالمہ ہے کہ اس کو دنیا کی مختلف زبانوں میں تشریح کے ساتھ پیش کرنا چاہیئے۔ ایک ایک لفظ ایسا ہے جس کو کلام نبوت اور الہام خداوندی کہنا چاہیئے۔ وہ اگر کہتے کہ "من ضیق الدنیا الی سعۃ الآخرۃ"، تو ذرا بھی تعجب نہ ہوتا۔ ہر مسلمان کا ایمان اس پر ہے کہ آخرت زیادہ وسیع ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تم پر رحم کھا کر آئے ہیں کہ تم دنیا کے ایک پنجرے میں گرفتار ہو۔ تم ایک بلبل کی طرح ہو کہ جس کو پانی اور دانہ ڈال دیا جاتا ہے اور اس کو وہ کھا لیتا ہے، اس سے آگے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ ایسا ہی آپ کا حال ہے کہ اگر غلام آپ کے سامنے نہ ہوں تو آپ بھوکے رہ جائیں۔ وہی پکاتے ہیں، وہی کھلاتے ہیں۔ وہی آپ کو پانی پلاتے ہیں۔ اور آپ کوئی جنبش نہیں کر سکتے۔ ہم آپ کو اس تنگنائے اور اس پنجرے سے نکال کر دنیا کی ہوا کھلانا چاہتے ہیں اور آزاد بنانا چاہتے ہیں، جو مل گیا کھا لیا، جیسے مل گیا کھا لیا، جہاں مل گیا، کھا لیا۔ لیکن آپ اپنے غلاموں کے غلام ہیں، اپنے باورچیوں کے غلام ہیں، اپنے محافظوں اور رہنے کے غلام ہیں اور ان برتنوں اور ظروف کے غلام ہیں، تاریخ کا یہ واقعہ ہے کہ جب کسریٰ نکلا۔ راستے میں اس کو پیاس لگی، کسی نے بتایا کہ یہاں پانی مل جائے گا، جب وہ وہاں گیا تو جس برتن میں پانی لایا گیا اس کو دیکھ کر اس نے کہا کہ میں مر جاؤں گا تب بھی اس برتن میں پانی نہیں پی سکتا۔ "من عبادۃ العباد الی عبادۃ اللہ وحدہ ومن ضیق الدنیا الی سعتھا، ومن جور الادیان الی عدل الاسلام"

ہم مذاہب کے ظلم و جور سے آپ کو نکال کر اسلام کے عدل کے سائے میں لانا چاہتے ہیں۔

بہر حال یہ دعوت ہی اس امت کی قدر و قیمت ہے اس کے وجود کی اصل علت ہے۔ اللہ پاک نے اس کو باقی

رکھا ہے اور اسکے ۔ چشمے قرآن کو بھی باقی رکھا ہے ۔ سیرت نبوی اور سنّتِ داعی، عربوں اور داعیانِ اوّلین کی تاریخ، بلکہ پوری تاریخ داعیوں سے بھری ہوئی ہے ۔ تاریخ دعوت و عزیمت میں کہا گیا ہے کہ کوئی دور خالی نہیں رہا۔ کہ وقت اور تقاضے کے مطابق داعی نہ پیدا ہوا ہو ۔ وقت پر فتنوں کا مقابلہ کرنے والا دنیا کے اسٹیج پر ظاہر نہ ہوا ہو اس کی مثال کسی غیر مذہب میں نہیں ملتی ہے ۔ ہم نے دعوت و عزیمت میں غیروں کے بعض اعترافات کو نقل کیا ہے شنکر آچاریہ سے پہلے صدیاں گذر گئیں ، شنکر آچاریہ نے کیا اصلاح کا کام کیا ۔ انہوں نے تو بُت پرستی کی حمایت کی، اور عیسائیت کا حال تو یہ ہے کہ سینٹ پال جو ستّر برس کے بعد پیدا ہوا ۔ اس نے تو عیسائیت کو دوسری پٹری پر ڈال دیا۔ بالکل ضلال پر، جس کے معنی ہم اردو میں سمجھ نہیں پاتے ہیں ۔ گمراہی یہ ہے کہ مثلاً مشرق کی طرف جانا ہو اور مغرب کی طرف پلٹ جائے ۔ یہ معنی ولا الضالین میں بھی سمجھنا چاہیئے ۔ اصل ضلال یہ ہے کہ راستہ اور رُخ بدل جائے ۔ مشرق کے بجائے مغرب کی طرف چلے ۔ اس کے لیے اس سنت کو باقی رکھا گیا ہے، اور قرآن مجید اس کے ہاتھ میں دیا گیا ہے سیرت نبوی موجود ہے داعیوں کے واقعات وحالات موجود ہیں کوئی بھی دور وقت کے مخلص داعی سے خالی نہیں رہا ۔ اگر کوئی دعویٰ کے ساتھ کہے کہ اس امت میں دس سال تک کوئی داعی نہیں پیدا ہوا تو یہ سراسر غلط ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہر زمانہ اور ہر دور میں داعی پیدا کرتا رہا ہے ہم بہت خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور درحقیقت ندوۃ العلماء کی بنیاد دعوت ہی پر پڑی ہے ۔ مدارس بہت تھے ، لیکن اس عہد کے تعلیم یافتہ لوگوں کو اس دین کی اہمیت اور ضرورت سمجھانے اور وقت کے فتنوں کے مقابلہ کی صلاحیت پیدا کرنے والی چیز تقریباً مفقود اور ثانوی درجہ میں تھی ۔ ندوۃ العلماء کی تحریک کی بنیاد ہی اس پر ہے کہ عہد کے مطابق اور مزاج کے مطابق اس کی کمزوریوں اور فتنوں کے مطابق اور چیلنجوں کے مطابق لوگ تیار کیے جائیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور یہاں ایسے داعی پیدا ہوں ۔ ہم علامہ شبلیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کی "سیرت النبیؐ"، کو، اور سید صاحب کے "خطبات مدراس" کو، مولانا شبلی کی کتاب "الفاروق" کو اور دار المصنفین کے کام کو یہاں تک کہ ندوۃ العلماء کے نصاب کو بھی دعوت کا جزء سمجھتے ہیں جب ان کتابوں کا ذکر آگیا تو ہم عرض کرتے ہیں کہ جب ہم نے یہ سوال اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے پاس بھیجا کہ آپ کی محسن کتابیں کیا ہیں ؟ ان کو لکھئے تو میاں بشیر احمد نے لکھا کہ جب میں آکسفورڈ میں پڑھتا تھا تو کئی بار مجھ پر الحاد کے حملے ہوئے ، جب کبھی حملہ ہوتا تو "الفاروق" میرے سامنے آکر کھڑی ہو جاتی تھی کہ جس کی یہ سیرت ہے وہ گمراہی پر نہیں ہو سکتا یہ سارا علمی کام جو کچھ ہوا ہے دار المصنفین، ندوۃ العلماء یا اس سے استفادہ کرنے والے کے ذریعہ یا شعبہ کے ذریعہ ہوا ۔ اور ان سب کی قدرِ مشترک دعوت ہے ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔